کاجل سے خفا آنکھیں

غزالہ نگار اورکزئی

غزالہ نگار اورکزئی

گرمیوں کا موسم جتنا میرے نزدیک بے ہودہ موسم ہے' اتنا ہی شہنا کو دل و جان سے پیارا کیونکہ جوں جوں گرمیوں کی شدت میں اضافہ ہوتا تو محترمہ کے عالم استغراق میں اضافے کا دورانیہ بڑھتا چلا جاتا۔ سارا دن اونگھنے کے بعد شام کو بیدار ہو کر شہنا بیگم غسل فرماتیں تو لان میں بیٹھ کر لیموں کا شربت سیروں کے حساب سے پیتے ہوئے زندگی اور موت کے بارے میں عجیب و غریب انکشافات ہوتے۔

مثلاً "کل شام ہی انہوں نے زندگی کو اس رقاصہ سے تشبیہ دی تھی کہ جو جس رئیس کے پاس مال دیکھتی ہے اس کو قربت بخشتی ہے۔ کچھ دن پہلے انہیں ایسے نظریات سے مکمل اتفاق کرتے ہوئے پایا گیا تھا کہ زندگی دکھوں کا گھر ہے' جس سے نجات وغیرہ وغیرہ۔

شہنا کی لمبی لمبی تقریریں کون سنتا بھلا؟

آج شام جب محترمہ سو کر اٹھیں تو محبت کو ایک نہایت لغو اور شادی کو اس سے بھی فضول چیز قرار دیا گیا اور پھر اپنی تمہید کو دلائل کے ذریعے ثابت کرنے میں شہنا نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔

"اے محترمہ! یاد رہے کہ ایک شخص' نام ہے جس کا وصال احمد۔ آپ سے گزشتہ پانچ سال سے منسوب ہے اور عین ممکن ہے کہ آپ کی شادی مبارک بھی جلد انجام پا جائے۔" ناہید نے انہیں للکارتے ہوئے یاد دلایا۔

"چھوڑو تیرا!" بے زاری کا مکمل اشتہار بنتے ہوئے شہنا بیگم بولیں۔

"کافی غور و فکر کے بعد میں اس نتیجے پہ پہنچی ہوں کہ مجھے مزید وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے اور فوراً" فل برائٹ اسکالر شپ کے لیے اپلائی کر دینا چاہیے۔"

"اور تمہارا کیا خیال ہے۔ حسن ماموں چھوڑ دیں گے تمہیں۔" میں نے (جو ان دنوں چھٹیاں گزارنے ایبٹ آباد آئی تھی) اسے گھور کر دیکھا۔

"ڈیڈی... ارے انہیں منانا کون سا مشکل ہے۔" بے نیازی سے جواب دیا۔

اور شاہینہ حسن نے جو کہا تھا کر دکھایا۔ رات کے کھانے کے بعد انتہائی مؤثر انداز میں اس نے حسن ماموں کے سامنے ایک تقریر کی جس کا لب لباب یہ تھا کہ اکنامکس میں ایم اے کا تب تک کوئی فائدہ نہیں جب تک فل برائٹ اسکالر شپ ہوائی نہ ہو جائیں۔ ویسے بھی اسٹڈی کورس فی الحال ایک سال کا ہی تھا جو بعد میں تین سال تک بڑھ بھی سکتا تھا۔

حسن ماموں پائپ نوشی کرتے ہوئے سوچتے رہے۔ پر عذرا پھوپھو نے شہنا کو فوراً" آڑے ہاتھوں لینا شروع کر دیا۔

"کبھی کوئی ڈھنگ کی بات بھی کی ہے تم نے۔" انہوں نے اپنی دختر نیک اختر پر اپنی خوبصورت آنکھیں نکالیں۔

"ابھی دو ماہ پہلے تو یہ ایم اے کا قصہ ختم ہوا ہے تمہارا۔ کب تک پڑھنا ہے آخر۔ بس اب گھر بیٹھ کر

ہیڈ کوارٹر ہوا ہے۔ اب سلمیٰ بھی شاید زیادہ انتظار نہ کرے۔ میجر ہو گیا ہے وصال اب تو۔"

پر ہوا یہ کہ اگلی صبح ہی سلمیٰ پھوپھو کا فون آگیا۔ ان کا اور وقار پھوپھا کا نام نکل آیا تھا حج کی قرعہ اندازی میں اور عید کے فوراً" بعد دونوں میاں بیوی حج کے لیے روانہ ہو رہے تھے۔ گویا ابھی کم از کم چار ماہ تک وصال کی شادی کا کوئی امکان نہ تھا۔ یوں بھی وہ گلگت کے اس سرے پہ تھا جو آج کل فیملی اسٹیشن قطعاً" نہیں اور سلمیٰ پھوپھو کا تب تک شادی کا کوئی ارادہ نہ تھا' جب تک وہ پہاڑوں سے میدان میں نہ آجاتا۔

عذرا پھوپھو۔ اوس پڑ گئی اور شہنا نے خوب بغلیں بجائیں۔ بھاگم بھاگ وہ اخبار نکالا۔ جس میں اسکالر شپ کے لیے درخواستیں مانگی تھیں اور لپک جھپک ٹائپ کر کے درخواست بھیج دی۔

عذرا پھوپھو کو ستی ہی رہ گئیں۔

اگلے دن وصال کا فون آیا تو ناہید نے خوب نمک مرچ لگا کر شہنا کا کارنامہ اسے سنایا۔ میری بھی بات ہوئی اور وصال خوب بڑبڑایا' تلملایا کیونکہ اسے یہ بات ہرگز پسند نہیں آئی۔ پر حسن ماموں کے آگے بول کون سکتا تھا اور ویسے بھی شہنا ابھی اس کے اختیار میں تھی بھی تو نہیں۔

رمضان کے لمبے لمبے دن' میں اور ناہید لمبی تان کر گزارتے۔ شہنا نے سونا چھوڑ دیا تھا اور اپنے انٹرویو کی تیاری شروع کر دی تھی اور یوں اب اس کی زبان سے فلسفہ کم ہی سننے میں آتا۔

پھر شہنا کا انٹرویو ہوا اور یہ کیسے ہوتا کہ یونیورسٹی میں ٹاپ کرنے والے بندے کی سلیکشن نہ ہوتی۔

سلیکشن ہوتے ہی شہنا نے روانگی کی تیاری شروع کر دی۔ خصوصی طور پر راولپنڈی کا چکر لگایا گیا اور عذرا پھوپھو کے واویلے کے باوجود ایک بالکل نئی وارڈ روب تیار ہوئی۔ وہ پاکستانی ثقافت کا مکمل نمونہ بن کر جانا چاہتی تھی۔

عید کے چند دنوں بعد شہنا کی بھی روانگی تھی۔ اس دوران خلاف معمول وصال کا کوئی فون نہیں آیا۔ حالانکہ اس نے راولپنڈی کا چکر بھی لگایا۔ سلمیٰ پھوپھو کے بقول جی ایچ کیو میں اسے نہایت ضروری کام تھا۔ اس کے باوجود اس نے ایبٹ آباد کا چکر لگانا تو درکنار فون کرنا بھی ضروری نہ سمجھا۔

میں اور ناہید بہت سٹپٹائیں کیونکہ منگنی کے چار سال بعد اور گزشتہ ایک سال سے وہ نہایت سنجیدگی سے شہنا کے عشق میں مبتلا تھا اور اس نے فرانسیسی میں (بقول خود اس کے) نہایت خوبصورت نظمیں لکھی تھیں شہنا کے لیے' جنہیں فرانسیسی اخبارات کے ایڈیٹر حضرات نے شکریے کے ساتھ واپس کر دیا تھا اور اب وصال صاحب کی یہ شدید خواہش تھی کہ میں فرانسیسی سیکھوں اور اس کی کلاسک نظموں کا انگریزی یا اردو میں ترجمہ کروں۔

"شانی آپا! دیکھ لینا' وصلو خطرناک حد تک ناراض ہے۔" ناہید نے نہایت وثوق سے پیش گوئی کی۔ پر شہنا کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔

ایک شام میں نے افطاری سے قبل اسے کافی سمجھایا۔

"بے وقوف لڑکی! اتنا پڑھ لکھ کر تو نے کون سا تیر مارنا ہے۔ شادی تو وصال احمد سے ہی ہوگی اور شادی کا مقصد یوں ہی پورا ہوگا کہ جدھر وصلو کی پوسٹنگ ہو' تم بھی وہیں رہو جاب کرو گی یا گھر بساؤ گی۔"

"کیوں شانی! ساری دنیا کی لڑکیاں نہیں پڑھتیں۔ شادی کا یہ مطلب تو نہیں کہ پڑھ لکھ کر گنواؤ۔"

رونے سے نڈھال شہنا بیگم زیادہ نہ بول سکیں۔

"میری پیاری کزن! دو چیزیں ہوتی ہیں یا تو اعلا تعلیم حاصل کرو اور شادی کے جھنجٹ میں پڑے بغیر پوری توجہ سے قوم کی خدمت کرو یا پھر اتنی تعلیم حاصل کرو' جو شادی کے بعد تمہاری فیملی لائف میں حارج نہ ہو۔ جاب انسان وقت گزارنے کے لیے نہیں کرتا اور جیسا

غزالہ نگار اورکزئی

قدرت کسی کسی انسان کو بڑے پیار سے تخلیق کرتی ہے۔ اس کی ذات میں ایسے ہیرے موتی سجاتی ہے کہ نظر ٹھہر نہیں پاتی' یہ لوگ دھرتی کا حسن ہوتے ہیں۔ اندر' باہر سے روشن۔ ایک صاف شفاف مصفا جھرنے کی طرح۔
غزالہ کی شخصیت کو اس کی تحریروں سے علیحدہ نہیں کیا جاسکتا۔ اس کی تحریروں میں وہی روشنی ہے' وہی گہرائی ہے' وہی خوشبو ہے' وہی نرم رو موسیقی ہے۔
اور
وہی محبت ہے جو اس کی ذات کا حصہ ہے۔ اس نے جو کچھ لکھا' اپنی ذات کی پوری سچائی سے لکھا۔ کہیں بھی منافقت نہیں کی۔ ہو سکتا ہے زندگی میں وہ اپنے آپ سے انصاف نہ کرپائی ہو لیکن دنیا کو اس نے پورے توازن اور انصاف کے ساتھ برتا ہے۔ دل پر بھی کہیں آنچ بھی آئی تو چہرے پر اس کا سایہ نہ پڑنے دیا۔

یہ نہیں کہ دل کو خبر نہ تھی
یہ بتا کہ منہ سے کبھی کہا

کہ میں وصلو کو جانتی ہوں' کم از کم وہ....."
اسی دوران افطاری کا سائرن ہوگیا اور میری بات وہیں کی وہیں رہ گئی۔ شہنا لپک کر کمرے سے باہر نکل گئی اور میں اپنا سا منہ لے کر رہ گئی۔
اور پھر وہ ہوا جو شہنا جی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ ان دنوں جب وہ ہمسایوں کی طرف سے الوداعی افطاریاں کھانے میں مصروف تھی' اٹھائیسویں روزے کو وصال کا فون آگیا۔
"ہیلو راتی! کیا حال ہیں؟" وہ اپنی مخصوص چہکار سے بولا۔
"وصلو..... ہاؤ ونڈر فل۔ پنڈی سے بول رہے ہو؟" مجھے تقریباً" تین ہفتوں بعد اس کی آواز سن کر حقیقی خوشی ہوئی۔
"ہاں' لیکن تمہیں یہ نہیں بتاؤں گا کہ کیوں آیا ہوں۔" وہ حسب معمول تنگ کرتے ہوئے بولا۔
"ارے مجھے پتا ہے عید کے لیے آئے ہوگے۔" میں نے اپنی طرف سے سو فیصد درست اندازہ لگایا۔
"عید کے لیے.....؟ اوہ' ہاں ٹھیک ہے۔ اچھا یہ بتاؤ' مس شاہینہ حسن تشریف رکھتی ہیں۔" وصال اپنے مطلب پر آگیا۔
"جی ہاں' اس وقت چھت پر کونے میں مصروف ہیں' عید کی تیاری کے سلسلے میں۔" میں نے جواب دیا۔
"فوراً" بلاؤ انہیں۔ مجھے ان سے اور امی کو عذرا خالہ سے نہایت ضروری و سنجیدہ بات کرنی ہے۔" وصلو نے حکم دیا۔
"ضروری و سنجیدہ۔ کتنے فیصد ضروری اور کتنے فیصد سنجیدہ۔" میرے کان کھڑے ہوگئے۔
"سو فیصد ضروری و سنجیدہ۔" وصلو اطمینان سے بولا۔
اور جتنی دیر میں شہنا فون تک پہنچی' میں اور ناہید لان کی باڑیں اور کیاریاں کودتے پھلانگتے ایکسی کے ایکسٹینشن تک جا پہنچے۔
تھی تو یہ نہایت کمینگی کی بات' کہ دو قطعی جائز منگیتروں کی بات سنی جائے اور وہ ہونے والی سمدھنوں کی جاسوسی کی جائے۔ پر ہم دونوں کیا کرتے' مارے تجسس کے موت نہ واقع ہو جاتی ہماری۔
اور شہنا کو ہیلو کہنے کی دیر تھی کہ میجر وصال احمد

ایسے برسے اپنی ہونے والی اہلیہ محترمہ پر کہ دوسرے فون سے چپکے میں اور ناہید حسن کانپ کانپ گئے۔

"یہ کیا تماشا بنا رکھا ہے تم نے شہنا!" وصال احمد چھوٹتے ہی بولا۔ "مجھے ہرگز پسند نہیں آئی یہ بات ایم اے تمہارے لیے بہت کافی ہے۔ مجھے اتنی اعلا تعلیم یافتہ بیوی نہیں چاہیے اور نہ ہی تمہارے لیے اتنی اعلا تعلیم کا کوئی فائدہ ہوگا کیونکہ جاب تو میں کرنے نہیں دوں گا تمہیں اور تمہاری شادی مجھ سے ہی ہوگی ہوائی کے خواب دیکھنا چھوڑ دو سمجھیں۔" وصال احمد نے فیصلہ صادر کر دیا۔ اس وقت وہ کسی سچے عاشق کی بجائے پکے منگیترانہ انداز میں بول رہا تھا۔

"لیکن وصلی...... میری بات تو سنو......" شہنا روہانسی ہو کر بولی۔

"میں اور کوئی بات نہیں سنوں گا۔ خالہ عذرا کو بلاؤ، می ان سے بات کریں گی۔" وصال نے آمرانہ بے نیازی سے جواب دیا اور فون سلمٰی پھوپھو کو پکڑا دیا۔

میں اور ناہید لرز کر فکرمندی سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہ گئے۔

پر سلمٰی پھوپھو نے جو بات کی، اسے سن کر میں اور ناہید دونوں ہی خوشی سے مرتے مرتے بچے۔

"حسن سے ابھی بات ہوئی ہے میری۔" سلمٰی پھوپھو بولیں۔

حسن ماموں دو دن پہلے کسی ملٹری کانفرنس کے سلسلے میں پنڈی گئے تھے اور ظاہر ہے سلمٰی پھوپھو کے ہاں ہی ٹھہرے تھے۔

"حسن نے ہی کہا ہے تمہیں اطلاع کر دوں کہ وہ کانفرنس سے فارغ ہوتے ہی بات کرے گا تم سے ہم نے وصلی اور شہنا کی شادی کی تاریخ طے کر دی ہے۔ عید کی شام نکاح اور عشائیہ ہو جائے گا اور عید کے دوسرے دن یہاں اسلام آباد کلب میں دعوت ولیمہ دیں گے ہم۔" سلمٰی پھوپھو ہمیشہ بات اختتام سے شروع کرتی ہیں اور پھر آغاز پر آتی ہیں۔

"ہائیں...... سلمٰی! یہ کیا بات کر رہی ہو تم۔" عذرا پھوپھو بھی بوکھلا گئیں۔

"ارے بھئی، وصال کا سلیکشن ہو گیا انگلینڈ میں دو سالہ کورس کے لیے اور ظاہر ہے میں اسے دو سال کے لیے تنہا بھیجنے کا خطرہ تو مول نہیں لے سکتی نا۔" سلمٰی پھوپھو نے برسوں بعد پہلی مرتبہ دور اندیشی سے کام لیا تھا۔

اور پھر اگلی شام۔ یعنی چاند رات کو ان گناہ گار آنکھوں نے وہ منظر دیکھا کہ مس شاہینہ، مسز وصال احمد بننے کے لیے نہایت شرافت سے ہمسائی لڑکیوں کے ہجوم میں گھری مہندی لگوا رہی تھیں۔

اور باہر برآمدے میں سسرالیوں کے ساتھ بنفس نفیس میجر وصال احمد بڑے اطمینان سے ٹہل رہا تھا۔